Research Journal
Tahqeeqat
eISSN: 2791-0342
pISSN: 2791-0334
ریسرچ جرنل
تحقیقات

ای ایم فوسٹر کی کتاب ”Aspects of the Novel“ کے اردو ترجمے کا تنقیدی جائزہ

A Critical Review of the Urdu Translation of E.M Forster's Book Aspects of the Novel

Dr. Muhammad Azam
Lecturer Department of Urdu, National University of Modern Languages, Islamabad

ڈاکٹر محمد اعظم
لیکچرار شعبہ اردو، نیشنل یونی ورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

Abstract

E. M Foster is a renowned novelist of English literature. He gave some sermons in English on the art of the novel in Trinity College. These sermons were published in book form in 1927. This book is fundamental to the criticism of the novel. Abul Kalam Qasmi translated the book into Urdu in 1992 as "Novel ka Fun". This article critically examines the Urdu translation of "Novel ka Fun". The translator has translated text into simple Urdu language but has deviated from the basic principles of translation. The translator has deliberately not translated many pages and paragraphs into Urdu. Apart from this, many English names have been written in Urdu script and somewhere they have been written English. This article put light on the standard of Urdu translation of "Aspects of the Novel".

Keywords: *translation, novel, critical, Urdu, E.M Foster*

کلیدی الفاظ: ترجمہ، ناول، تنقیدی، اردو، ای ایم فوسٹر

ای ایم فوسٹر کا پورانام ایڈورڈ مورگن فوسٹر ہے۔ وہ یکم جنوری 1879ء کو لندن میں پیدا ہوئے۔ ای ایم فوسٹر ابھی دو سال کے ہی تھے کہ ان کے والد کا انتقال ہو گیا۔ ان کا شمار انگریزی ادب کے بہترین ناول نگاروں میں ہوتا ہے۔ انھوں نے کئی ناول، ڈرامے اور سوانح عمریاں لکھیں۔ ان کا ناول ”A Passage to India“ ایسا ناول ہے جس کا اردو سمیت بہت سی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ 1927ء میں انھوں نے ٹرینٹی کالج کیمرج میں ناول کے فن پر کچھ خطبات دیے جنھیں بعد ازاں کتابی صورت ”Aspects of the Novel“ کے نام سے شائع کروادیا۔ کتاب میں ناول کے فنی اور تخلیقی لوازمات پر تفصیلی گفتگو کے ساتھ ساتھ کلاسیکی ادب سے مثالیں بھی دیتے ہیں۔ ای ایم فوسٹر دوٹوک انداز میں سامعین سے گفتگو کرتے ہیں۔ قارئین کو ان کی باتیں سمجھنے کے لیے ماضی کے ادب سے واقفیت از حد ضروری ہے۔ اس کتاب میں انھوں نے ناول کے فن پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ وہ ناول کے سات عناصر کہانی، کردار، پلاٹ، فنتاسی، پیش گوئی، پیٹرن اور آہنگ بتاتے ہیں۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ ابوالکلام قاسمی نے "ناول کا فن" کے نام سے کیا۔

ای ایم فوسٹر کے مطابق، ایک اچھا ناول مخصوص اصولوں کے تحت نہیں بلکہ چند بنیادی عناصر پر مشتمل ہوتا ہے، جن میں کہانی، کردار، پلاٹ، تخیل، پیش گوئی، ساخت اور سچائی شامل ہیں۔ وہ کہانی کو ناول کی سب سے سادہ مگر ضروری اکائی قرار دیتے ہیں، جو وقت کے بہاؤ کے تحت آگے بڑھتی ہے اور قاری کو دلچسپی کے ساتھ پڑھنے پر مجبور کرتی ہے۔ کردار کے حوالے سے وہ انہیں "فلیٹ" اور "راؤنڈ" میں تقسیم کرتے ہیں، جہاں فلیٹ کردار سادہ اور یک رخی ہوتے

ہیں جب کہ راؤنڈ کردار پیچیدہ اور ارتقائی پہلو رکھتے ہیں۔ پلاٹ کو کہانی سے زیادہ منظم اور مربوط قرار دیتے ہوئے وہ اس کے منطقی تسلسل پر زور دیتے ہیں۔ وہ ناول میں تخیل اور غیر معمولی عناصر کی اہمیت کو بھی اجاگر کرتے ہیں، جو حقیقت پسندی کے ساتھ جڑ کر کہانی کو مزید پرکشش بناتے ہیں۔ وہ "پیش گوئی" کے تصور پر بھی روشنی ڈالتے ہیں، یعنی بعض ناولوں میں روحانی یا فلسفیانہ عنصر موجود ہوتا ہے، جو قاری کو گہرے فکری تجربے سے گزارتا ہے۔ پیٹرن اور آہنگ کے حوالے سے وہ بتاتے ہیں کہ ایک اچھے ناول میں ایک خاص ہم آہنگی اور ساختی ترتیب پائی جاتی ہے، جو اسے بے ترتیبی سے محفوظ رکھتی ہے۔ ایک اچھے ناول کی اصل طاقت یہ ہے کہ وہ زندگی کے حقائق کو کس حد تک مؤثر اور گہرائی کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ اپنی بات کو مضبوط کرنے کے لیے وہ کئی معروف ناول نگاروں جیسے چارلس ڈکنز، لیو ٹالسٹائی، جین آسٹن اور جیمز جوائس کی مثالیں پیش کرتے ہیں۔ Aspects of the Novel ناول کی فنی اور نظریاتی تفہیم کے لیے ایک انتہائی اہم کتاب سمجھی جاتی ہے۔

یہ کتاب ناول کے فن پر ایک جامع اور اثر انگیز کام ہے، جو نہ صرف ناول نگاروں بلکہ ادب کے طالب علموں اور نقادوں کے لیے بھی ایک اہم راہنما کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں فوسٹر نے ناول کے مختلف پہلوؤں کو واضح، منطقی، اور سادہ انداز میں پیش کیا ہے، جو قاری کو ناول کے فن کو گہرائی سے سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔ فوسٹر نے ناول کے بنیادی عناصر جیسے کہ کہانی، کردار، پلاٹ، تھیم، زمان و مکان اور بیان کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ فوسٹر کا کہنا ہے کہ کہانی ناول کی بنیادی اکائی ہے، جس کا مقصد قاری کی تجسس کو برقرار رکھنا ہے۔ وہ کرداروں کو دو اقسام میں تقسیم کرتے ہیں سادہ اور پیچیدہ کردار۔ پلاٹ کے بارے میں وہ بیان کرتے ہیں یہ کہانی سے مختلف ہوتا ہے، کیونکہ اس میں واقعات کے درمیان سبب و اثر کا تعلق ہوتا ہے۔ مرکزی خیال کو وہ ناول کا روحانی عنصر قرار دیتے ہیں، جو ناول کو گہرائی اور معنی فراہم کرتا ہے۔ وقت کے استعمال پر فوسٹر کی بحث بھی بہت اہم ہے، جس میں وہ کہتے ہیں کہ ناول نگار کو وقت کو ہیر پھیر کر استعمال کرنا چاہیے تاکہ کہانی زیادہ مؤثر ہو سکے۔ بیان کے طریقوں پر بھی فوسٹر نے روشنی ڈالی ہے، جو ناول کے تاثر کو متاثر کرتا ہے۔ کتاب کی سب سے بڑی خوبی اس کی سادہ اور واضح زبان ہے، جس کی وجہ سے قاری کے لیے ناول کے فن کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ فوسٹر نے اپنے نکات کو واضح کرنے کے لیے مشہور ناولوں سے مثالیں دی ہیں، جو قاری کے لیے بہت مددگار ہیں۔ تاہم، کچھ نقادوں کا خیال ہے کہ فوسٹر کا نقطہ نظر کچھ حد تک قدیم ہے، اور جدید ناول نگاری کے بعض پہلوؤں کو نظر انداز کرتا ہے۔ کرداروں کو صرف دو اقسام میں تقسیم کرنا بھی کچھ حد تک غیر حقیقی ہے، کیونکہ حقیقی

زندگی میں کردار اکثر دونوں خصوصیات کا مرکب ہوتے ہیں۔ مرکزی خیال پر زیادہ زور دینا بھی بعض نقادوں کو غیر متوازن لگتا ہے۔

اس مضمون میں "ناول کا فن" کے اردو ترجمے کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ ترجمہ ایک مشکل کام ہے۔ چوں کہ اسلوب انفرادی ہوتا ہے اس لیے ترجمے میں مصنف کے اسلوب کو قائم رکھنا ممکن ہو جاتا ہے۔ ہر زبان کا اپنا اسلوب ہوتا ہے ۔ مترجم کا اسلوب بھی اپنی جگہ اہمیت رکھتا ہے۔ ترجمے کی مہارت اور اسلوب کے بارے میں ممتاز مترجم اور نقاد حاجی احمد فخری لکھتے ہیں:

> "ہمارے نزدیک ترجمے کی تعریف یہ ہے کہ کسی مصنف کے خیالات کو لیا جائے۔ ان کو اپنی زبان کا لباس پہنایا جائے۔ ان کو اپنے الفاظ و محاورات کے سانچے میں ڈھالا جائے اور اپنی قوم کے سامنے اس انداز میں پیش کیا جائے کہ ترجمے اور تالیف میں کچھ فرق محسوس نہ ہو۔"(1)

مترجم کو دونوں زبانوں پر مکمل مہارت حاصل ہونا چاہیے تا کہ وہ اصل متن کے مفہوم کو بہتر طریقے سے منتقل کر سکے۔ اسے لسانی مہارت کے ساتھ ساتھ ثقافتی حساسیت کا بھی شعور ہونا چاہیے تا کہ وہ زبان کے پس منظر اور سیاق و سباق کو سمجھ سکے۔ مترجم میں تجزیاتی صلاحیت ہونی چاہیے تا کہ وہ پیچیدہ جملوں اور اصطلاحات کا درست مفہوم اخذ کر سکے۔ دیانت داری اور غیر جانبداری بھی مترجم کے لیے ضروری خصوصیات ہیں تا کہ وہ متن میں اپنی ذاتی رائے شامل کیے بغیر اصل پیغام کو اس کی روح کے مطابق منتقل کر سکے۔ مترجم کو متعلقہ موضوعات اور اصطلاحات پر تحقیق کرنے کی عادت ہونی چاہیے تا کہ وہ جدید اور مستند زبان استعمال کر سکے۔ تخلیقی صلاحیت بھی ضروری ہے، خاص طور پر ادبی ترجمے کے لیے، تا کہ وہ اصل متن کی روانی اور اثر انگیزی کو برقرار رکھ سکے۔ اس کے علاوہ، مترجم کو وقت کی پابندی کا بھی خیال رکھنا چاہیے تا کہ وہ مقررہ مدت میں معیاری ترجمہ فراہم کر سکے۔

جیسا کہ ابتدا میں بتایا گیا ہے کہ یہ کتاب خطبات کا مجموعہ ہے چوں کہ خطبات میں تقریری انداز اپنایا جاتا ہے، اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ "Aspects of the Novels" کے متن میں طویل جملے ہیں۔ اردو زبان طویل جملوں کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ "ناول کا فن" کے اردو ترجمے کا تنقیدی جائزہ لیا جائے اس میں چھوٹے اور مختصر جملے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ مترجم نے طویل جملوں کو بڑی مہارت سے مختصر اور ادہ جملوں میں تبدیل کر دیا ہے اور بیانیہ انداز کو بھی قائم رکھا ہے۔ ذخیرہ الفاظ سادہ اور آسان استعمال کیا گیا ہے۔ قاری کو کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے کوئی دقت نہیں ہوتی۔

نمونے کے لیے "ناول کا فن" میں ابو الکلام قاسمی لکھتے ہیں:

"آیئے ہم پلاٹ کی تشریح کریں۔ ہم نے کہانی کی تشریح یوں کی تھی کہ یہ زبانی تسلسل کے مطابق ترتیب دیے ہوئے واقعات کا بیان ہے۔ پلاٹ بھی واقعات ہی کا بیان ہے مگر اس میں اسباب و علل پر زیادہ توجہ دی جاتی ہے۔ "بادشاہ مر گیا اور پھر ملکہ مر گئی"۔ یہ ایک کہانی ہے۔ "بادشاہ مر گیا اور پھر اس کی موت کے غم میں ملکہ مر گئی"۔ یہ ایک پلاٹ ہے۔ اس میں زمانی تسلسل کو ملحوظ رکھا گیا ہے لیکن علت اور معلول کا شعور غالب ہے۔"(2)

ابو الکلام قاسمی نے سادہ اور مختصر جملوں کی مدد سے نہایت سلیس انداز میں قاری کو بات سمجھا دی ہے۔ مترجم کا فرض بنتا ہے کہ وہ اپنی جانب سے پوری کوشش کرے کہ مصنف جو بیان کرنا چاہتا ہے وہی کچھ نئی زبان میں سادہ انداز میں بیان کر دیا جائے۔ اگر دانستہ زبان کو مشکل اور دقیق الفاظ کا پہناوا پہنایا جائے گا تو یہ ترجمے کا عیب ہو گا۔

ترجمہ ایک مشکل اور محنت طلب کام ہے۔ مترجم کے لیے لازمی ہے کہ وہ دونوں زبانوں کا ماہر ہو۔ جس زبان میں ترجمہ کیا جا رہا ہے اس زبان کے ثقافتی پہلوؤں سے کماحقہ واقف ہو تا کہ مفہوم کے بیان کرنے کے لیے مناسب اور دل کش الفاظ کا آسانی سے انتخاب کیا جا سکے۔ ابو الکلام قاسمی نے ترجمہ کرتے ہوئے موزوں اور متعلقہ الفاظ کو بڑی چابک دستی سے استعمال کیا ہے۔ ترجمہ پڑھتے ہوئے ایسا لگتا ہے کہ یہ ترجمہ نہیں بلکہ تخلیق ہے۔ نمونے کے لیے ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔ ابو الکلام قاسمی لکھتے ہیں:

"اس نے اٹھتے ہوئے اپنی بانہیں سر تک اٹھائیں اور جماہی لینے کے انداز میں پھیلے ہوئے اس کے ہونٹ مسکراہٹ کے ساتھ بند ہو گئے۔ اس نے اپنے ہاتھوں سے کندھے پر سے بالوں کو پکڑ کر جھٹکا دیتے ہوئے ایک ڈھیلی گرہ باندھی اور بہت آہستگی سے بستر کے اندر سرک گئی۔"(3)

ترجمہ کرتے ہوئے مصنف کے اسلوب کو قائم رکھنا ایک مشکل فعل ہے۔ خاص طور پر تنقیدی کتاب کا ترجمہ کرتے ہوئے اس میں ادبیت کے عنصر کا خیال رکھنا تو جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ ابو الکلام قاسمی نے "ناول کا فن" کا اردو ترجمہ کرتے ہوئے اس کی ادبیت کو کامیابی کے ساتھ قائم رکھا ہے۔ "ناول کا فن" میں ای ایم فوسٹر کلاسیکی ادب سے ایک مثال دیتے ہوئے لکھتے ہیں جس کا خوب صورت ترجمہ ابو الکلام قاسمی نے ان لفاظ میں کیا ہے۔ اس اقتباس میں مترجم کی زبان دانی اور ادبیت عروج پر نظر آتی ہے۔ ابو الکلام قاسمی لکھتے ہیں:

"اپنی بانہوں کو ڈائنا کی گردن میں حمائل کرتے ہوئے "ہٹی" سسک پڑی۔ میں بولوں گی۔ میں سب بتا دوں گی، اور اب اس بات کو مزید پوشیدہ نہ رکھوں گی۔ میں نے اس جرم کا ارتکاب کیا ہے

ڈائنا! میں نے چھوٹے معصوم بچے کو جنگل میں دفن کرنا چاہا۔ وہ چیخا اور میں نے اس کی چیخ سنی اور پوری رات اتنے فاصلے سے بھی اس کی چیخیں سنتی رہی۔ میں وہاں سے واپس آگئی اس لیے کہ وہ چیخ رہا تھا۔"(4)

درج بالا اقتباس میں مترجم نے خوب صورت الفاظ کے انتخاب سے ترجمے کا حق ادا کیا ہے۔ تمام کتاب میں ایسے بہت سے اقتباسات ملتے ہیں جس سے مترجم کی مہارت کا معلوم ہوتا ہے۔

"ناول کا فن" کے اردو ترجمے کا تنقیدی جائزہ لیا جائے اور اس کے ترجمے کے معیار کو پرکھا جائے تو اس میں کئی ایسے مقامات ہیں جہاں پر مترجم نے ترجمے کے بنیادی لوازمات کو نظر انداز کیا ہے۔ "ناول کا فن" کے پیش لفظ میں ابو الکلام قاسمی لکھتے ہیں:

"میں نے ترجمہ میں اس بات کا اہتمام رکھا ہے کہ یہ اردو کے مزاج کے مطابق رہے۔ اس میں جگہ جگہ غیر ضروری چیزیں حذف کر دی گئی ہیں اور ان جملہ ہائے معترضہ کو بریکٹ میں لکھا گیا ہے۔ جو اصل کتاب میں مسلسل عبارت کا حصہ ہیں۔"(5)

ترجمے کا بنیادی اصول ہے کہ تمام متن کو دوسری زبان میں منتقل کیا جائے۔ مترجم کو حق حاصل نہیں ہے کہ وہ مصنف کے تحریر کیے گئے متن کے بارے میں فیصلہ کرے کہ وہ ضروری ہے یا غیر ضروری۔ البتہ کتاب کی بہتر تفہیم کے لیے وہ حاشیے میں وضاحت کر سکتا ہے لیکن اصل متن میں کوئی ردوبدل مناسب نہیں ہوتا۔ مترجم نے ترجمہ کے دوران ترجمے کے بنیادی اصولوں سے انحراف کرتے ہوئے کئی صفحات کو ہی حذف کر دیا ہے۔ انھوں نے مصنف کے سارے متن کو اردو میں منتقل نہیں کیا۔ بلکہ بعض مقامات پر تو کئی جملے یا پیراگراف ہی حذف کرت دیے گئے ہیں۔ اسی کتاب کے پیش لفظ میں ابو الکلام قاسمی بیان کرتے ہیں:

"اس باب کا آخری حصہ والٹر اسکاٹ کی "انٹی کوئری" کی تلخیص اور اس کا جزوی تجزیہ ہے۔ میں نے اس حصہ کو ترجمہ میں شامل نہیں کیا ہے، کہ یہ تلخیص صفحات کے غیر ضروری اضافہ کا سبب بن رہی تھی۔"(6)

ای ایم فوسٹر کی کتاب "Aspects of the Novel" 150 صفحات پر مشتمل کتاب ہے جس کا اردو ترجمہ 165 صفحات پر کیا گیا ہے۔ اس کے آخری باب میں ایسا کیا گیا تھا کہ مترجم کو خدشہ نظر آیا کہ اگر ان دس صفحات کا ترجمہ کیا گیا تو کتاب میں غیر ضروری اضافہ ہو جائے گا۔ "انٹی کوئری" کلاسیکل ادب کا حصہ ہے۔ قارئین کو اگر کلاسیکل ادب کی کسی کہانی یا داستان کا تعارف یا خلاصہ پیش کر دیا جائے تو اس میں کیا مضائقہ ہے؟ اگر مترجم کا خیال ہے کہ مصنف نے

کلاسیکل ادب سے مثالیں دیں ہیں اور اردو ادب کے قارئین انگریزی کلاسیکل ادب سے واقف نہ ہوں گے۔ ای ایم فوسٹر نے اپنے خطبات میں ایسی درجنوں مثالیں کلاسیکل ادب سے دیں ہیں۔ ترجمہ کا بنیادی اصول ہے کہ اصل متن کو جوں کا توں دوسری زبان میں منتقل کر دیا جائے۔ اگر ایسا ممکن نہ ہو تو کم از کم زبان کی کم مائیگی کو الزام نہیں دینا چاہیے۔ سر عبد القادر لکھتے ہیں:

> "اگر انگریزی سے اردو ترجمہ کرتے ہوئے آپ کو دقتیں محسوس ہوئیں تو آپ کو اردو کے متعلق اپنا "عقیدہ" بدلنے میں اتنی جلدی نہیں کرنی چاہیے تھی کیونکہ ممکن ہے ترجمے کا کام آپ ہی کے لیے موزوں نہ ہو اس میں اردو کا جرم نسبتاً خفیف ہو۔"(7)

کتاب "Aspects of the Novel" کے عنوان سے شروع ہونے والے باب کی ابتدائی دو سطور حذف کر دی گئی ہیں۔ اسی مذکورہ باب میں مترجم نے ایک اور جگہ پر ترجمہ کرتے ہوئے ایک پیراگراف کے ابتدائی جملے حذف کر دیے ہیں۔ ان سطور کا ترجمہ کرتے ہوئے مترجم نے تمام متن کا ترجمہ نہیں کیا ہے بلکہ کچھ الفاظ اور جملوں کو حذف کر دیا ہے۔ مترجم کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ تمام متن کو من و عن دوسری زبان میں منتقل کر دے۔ اسے حق حاصل نہیں ہوتا کہ وہ فیصلہ کرے کہ متن کا کون سا حصہ غیر ضروری ہے۔ اسی طرح جب ابو الکلام قاسمی نے مندرجہ ذیل پیراگراف کا ترجمہ کیا تو جملوں کو حذف کر دیا۔ ابو الکلام قاسمی نے لکھا ہے:

> "پیٹرن کے مفہوم اور اس کو سمجھنے کے لیے قاری کی مطلوبہ خصوصیات سے بحث کرنے سے قبل میں ایسی دو کتابوں کی مثال دیتا ہوں جن میں پیٹرن اتنا واضح ہے کہ ایک صوری پیکر اس کا خلاصہ بیان کر دیتا ہے۔"(8)

مندرجہ بالا پیراگراف کا مکمل بامحاورہ ترجمہ یوں ہونا چاہیے:

> "قبل اس کے کہ میں پیٹرن کے لازمی اجزا پر بحث کروں اور وہ کون سی خصوصیات ہیں جنھیں قاری لازمی طور پر قابلِ ستائش سمجھتا ہے۔ اس کے لیے میں دو کتابوں سے مثالیں دوں گا جن میں پیٹرن اتنا واضح ہے کہ ایک صوری پیکر ان کا خلاصہ بیان کر دیتا ہے۔ ان میں سے ایک کتاب "ریت گھڑی کی شکل" اور دوسری کتاب "زمانہ قدیم کے ناچ کی عظیم زنجیر" ہے۔"(راقم مقالہ)

مندرجہ بالا اقتباسات کو دیکھا جائے تو ابو الکلام قاسمی کا ترجمہ نہ ہی مفہوم واضح کرتا ہے اور نہ ہی ترجمے کا حق ادا کرتا ہے۔

ای ایم فوسٹر ناول کے فن پر بحث کرتے ہوئے اپنے موقف کی بہتر تفہیم کے لیے کلاسیکل ادب سے "دی اینٹی کوئری" کی مثال دیتے ہیں جو دس صفحات پر مشتمل ہے۔ مترجم ترجمہ کرتے ہوئے "دی اینٹی کوئری" کی تلخیص کو یکسر حذف کر دیتے ہیں۔(9)(10)

مترجم کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ اصل متن کو ہو بہو نئی زبان میں قارئین کے سامنے پیش کرے۔ مترجم کو حق حاصل نہیں ہے کہ وہ متن کے کچھ حصوں کو حذف کر دے۔ اس طرح ترجمے کا حق ادا نہیں ہوتا۔ ترجمے کے فنی اصولوں سے انحراف کے ساتھ ساتھ مترجم نے مترجمہ متن کے عمومی اصول وضوابط سے بھی انحراف کیا ہے۔ انگریزی متن سے اردو ترجمہ کرتے ہوئے جگہ جگہ کرداروں کے ناموں کو کہیں انگریزی رسم الخط میں لکھا ہے اور کہیں اردو رسم الخط میں پیش کیا ہے۔ ضروری تھا کہ تمام متن میں اسما کو اردو رسم الخط میں تحریر کیا جاتا۔ نمونے کے لیے "ناول کا فن" سے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

> " Thais کی طرح Ambassadors ریت گھڑی کی شکل کا ہے۔ Strether اور، Chad ، Paphnuce اور Thais کے نعم البدل ہیں جو جگہ تبدیل کرتے رہتے ہیں۔"(11)

مترجم ایک اور جگہ رقم طراز ہیں:

> "آیئے اس یکسانیت (Symmetry) کے ارتقا کا راز معلوم کریں۔ درمیانی عمر کے ایک حساس امریکی شخص Strether کو اس کی ضعیف دوست مسز نیوسم جس سے وہ شادی کرنے کی توقع رکھتا تھا، پیرس جاکر اپنے بیٹے Chad کو بچانے کی ذمہ داری سونپتی ہے۔"(12)

مندرجہ بالا اقتباسات کا تنقیدی جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مسز نیوسم کو اردو رسم الخط میں تحریر کیا گیا ہے اور چاڈ کو انگریزی میں لکھا گیا ہے۔ مترجم کو چاہیے تھا کہ تمام اسما کو اردو رسم الخط میں تحریر کرتے جس سے قارئین کو پڑھنے میں آسانی ہوتی اور تحریر بھی خوب صورت نظر آتی۔ اسی طرح ایک اور جگہ ابو الکلام قاسمی اپنی کتاب "ناول کا فن" میں لکھتے ہیں:

> "خوب 'برناڈ! انہیں اس کتاب کا نام بتادو۔
>
> Les Faux Monnayeur برناڈ نے کہا اور اب کیا آپ مہربانی کرکے یہ بتائیں گے کہ یہ
>
> Faux Monnayeur کون ہیں؟
>
> "اس بارے میں میرا کوئی خیال نہیں"

برناڈاورلارانے پہلے ایک دوسرے کو دیکھااور پھر Sophronisika کی طرف۔ اس کے بعد ایک گہری سانس کی آواز آتی ہے۔"(13)

مندرجہ بالا اقتباسات کو تنقیدی نگاہ سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جن اسما کا تلفظ اور املا آسان تھا انھیں اردو رسم الخط میں تحریر کر دیا گیا اور جن کا تلفظ اور املا قدرے مشکل تھا، انھیں ویسے ہی انگریزی میں لکھ دیا گیا۔

ابوالکلام قاسمی کی کتاب "ناول کا فن" ناول کے فن پر بنیادی کتاب ہے۔ اس کتاب کا ترجمہ کرتے ہوئے مترجم نہایت سلیس اور آسان الفاظ میں ترجمہ کیا ہے۔ زبان کو سادگی اور ادبیت کو قائم رکھا ہے۔ فنی اعتبار سے دیکھا جائے تو ابوالکلام قاسمی نے "Aspects of the Novel" کا اردو ترجمہ کرتے ہوئے ترجمے کے بنیادی لوازمات سے انحراف کیا ہے۔ اردو متن میں جگہ جگہ انگریزی الفاظ تحریر کی جاذبیت کو ختم کر دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ انھوں نے ترجمہ کرتے ہوئے تمام متن کو انگریزی سے اردو میں ترجمہ نہیں کیا ہے۔ "دی اینٹی کویری" کے تقریباً دس صفحات کو مکمل حذف کر دیا اور کتاب کے پیش لفظ میں اس کی وجہ یہ بتائی کہ اس سے ترجمے میں طوالت ہو رہی تھی۔ "ناول کا فن" 156 صفحات پر مشتمل کتاب ہے اور اگر اس میں "دی اینٹی کویری" کے دس صفحات بھی شامل ہو جاتے تو کوئی خاص طوالت نہ ہوتی۔ اس کے علاوہ بھی مترجم نے کئی مقامات پر بھی متن کو دانستہ حذف کر دیا ہے جو کہ ترجمے کے بنیادی اصولوں سے انحراف کے مترادف ہے۔ ابوالکلام قاسمی نے ترجمے کے بنیادی اصولوں سے انحراف کرتے ہوئے ترجمہ کیا ہے۔ انھوں نے متن میں سے کچھ جملوں اور پیراگرافوں کو حذف کر دیا ہے اور تمام متن میں جابجا انگریزی کے الفاظ انگریزی رسم الخط میں استعمال کیے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

1. احمد فخری، حاجی، "دور تراجم، ترجمہ روایت اور فن"، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان 1985ء ص 39
2. ابوالکلام قاسمی، "ناول کا فن"، علی گڑھ، انڈیا، ایجوکیشنل بک ہاؤس، 1992ء، ص:74
3. ایضاً، ص:110
4. ایضاً، ص 121-122
5. ایضاً، ص:12
6. ایضاً، ص:13
7. عبدالقادر، سر، اردو ترجمہ (مضمون)، مطبوعہ: رسالہ مخزن، لاہور، نومبر 1950ء، ص 4
8. ابوالکلام قاسمی، ناول کا فن، ص 144-145

9. E.M Forster, Aspects of the Novel, p 40- 49

10. ابوالکلام قاسمی، ناول کا فن، ص23

11. ایضاً، ص:147

12. ایضاً

13. ایضاً، ص:88

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Roman Havalajat

1. Ahmed Fakhri, Haji, “Dour Tarajum, Tarjma, Rawait aour Fun”, Islamabad, Muqtadara Qomi Zaban, 1985, p:39
2. Abu ul Kalam Qasmi, “Novel ka Fun”, Aligarh, India, Educational Book House, 1992, p:74
3. ibid, p:110
4. ibid, p:121-122
5. ibid, p:12
6. ibid, p:13
7. Abdul Qadir sir, “Urdu Tarjama (Mazmoon), Matbooaa, Risala Makhzan, Lahore, November 1950, p:4
8. Abu ul Kalam Qasmi, “Novel ka Fun”, p:144-145
9. EM Forster, Aspects of the Novel, p:40- 49
10. Abu ul Kalam Qasmi, “Novel ka Fun”, p:23
11. ibid, p:147
12. ibid
13. ibid, p: 88